جناب محمد قاسم خواجہ

مجلس علماء اہلحدیث گوجرانوالہ کے اجلاس میں پڑھا گیا

ھبہ

مرنے کے بعد جو ترکہ تقسیم ہوتا ہے اسے ورثہ کہتے ہیں۔ زندگی میں اقارب یا اجانب میں سے کسی کو کچھ بلا عوض دیا جائے، تو اسے ھبہ یا ہدیہ کہتے ہیں۔ یہ جائز ہے۔

قبضہ

اگر کسی کو کچھ دینے کا وعدہ کیا ہو مگر ادا کرنے سے پیشتر دونوں میں سے کوئی فوت ہو جائے تو وعدہ ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے عائشہ صدیقہ رضؓ سے بیس وسق کھجوروں کا وعدہ کیا۔ ابھی ادائیگی کی نوبت نہ آئی تھی کہ انتقال کر گئے۔ قبل از وفات فرمایا

انما هو اليوم مال وارث فاقتسموه على كتاب الله (موطا امام مالک)

اب اس کی حیثیت ورثہ کی ہے۔ کتاب اللہ کے مطابق اسے تقسیم کر لینا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشیؒ کو کچھ تحائف روانہ کئے مگر وصول ہونے سے پیشتر وہ فوت ہو گئے۔ آپؐ نے حضرت ام سلمہؓ سے ارشاد فرمایا

ولا ارى النجاشى الاقد مات ولا ارى هديتى الامردودة على فان ردت على فهى لك قالت فكان كما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم. (احمد طبرانی)

میرا خیال ہے نجاشی فوت ہو گیا ہے اور ہدیے مجھے واپس آرہے ہیں۔ اگر واقعی آگئے تو تم رکھ لینا۔ ام سلمہؓ فرماتی ہیں چنانچہ ایسے ہی ہوا۔

امام بخاری باب اذا وهب هبة او وعد ثم مات قبل ان تصل اليه کے تحت لکھتے ہیں

وقال عبيدة ان مات وكانت فصلت الهدية والمهدى

له حی فهی لورثة وان لم تکن فصلت فهی لورثة الذی اهدی ۔ (ص۳۵۳)

عبیدہؒ نے کہا اگر ھبہ کرنے والا فوت ہو جائے اور ھبہ پر قبضہ کیا جا چکا ہو اور جسے شی ھبہ کی گئ ہے وہ زندہ ہو تو یہ ھبہ موہوب لہ (اور اس) کے وارثوں کا حق ہوگا اور اگر ھبہ پر قبضہ نہ کیا گیا ہو تو یہ ھبہ کرنے والی میت کے وارثوں کو ملے گا۔

اس باب کے تحت یہ حدیث آتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے مال بحرین کا وعدہ فرمایا تھا جسے آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے پورا فرمایا تو اس کے متعلق علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بطور تطوّع (استحباب) تھا بلکہ ھبہ کا وعدہ پورا کرنا زندگی میں بھی ضروری نہیں۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں

وقال المهلب انجاز الوعد مندوب اليه وليس بواجب والدليل اتفاق الجميع على ان من وعد بشئ لم يضرب من الغرماء ولاخلاف انه مستحسن ومن مكارم الاخلاق (حاشیہ بخاری ص۲۵۴)

وعدہ کا ایفا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ جو شخص کسی کو کچھ دینے کا وعدہ کرے وہ مقروض نہیں بن جاتا ہاں مستحسن اور اچھی بات ضرور ہے۔

ملکیت ثابت ہونے کے لئے قبضہ شرط ہے۔ قبضہ دینے سے پہلے اگر واہب اپنے ھبہ سے رجوع کرے تو اسے اختیار ہے چنانچہ ھدایہ ص۲۳۵ میں ہے

فان قبضه الموهوب له فى المجلس بغير امر الواهب جاز استحسانا وان قبض بعد الافتراق لم يجز الا ان ياذن له الواهب والقياس ان لا يجوز فى الوجهين وهو قول الشافعى لان القبض التصرف فى ملك الواهب اذ ملكه قبل القبض باق فلا يصح بدون اذنه۔

اگر موھوب لہ مجلس ھبہ میں بلا اجازت واھب ھبہ پر قبضہ کرلے تو استحساناً جائز ہے اور اگر مجلس برخاست ہونے کے بعد قبضہ

کرے تو بلا اجازت نہیں۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں بلا اجازت واہب قبضہ جائز نہ ہو جیساکہ امام شافعیؒ کا قول ہے کیونکہ یہ قبضہ واہب کی ملکیت میں تصرف کرنا ہے جب تک وہ قابض نہیں ہو جاتا اسوقت تک واہب کی ملکیت باقی ہے لہذا اس کی اجازت کے بغیر موہوب لہ کا قبضہ کرنا صحیح نہیں۔

بہشتی زیور ج ۵ ص۱۵ پر لکھا ہے

تم نے کہا یہ چیز ہم نے تم کو دیدی اس نے کہا ہم نے لے لی لیکن ابھی تم نے اس کے حوالے نہیں کی تو یہ دینا صحیح نہیں۔ ابھی وہ چیز تمہاری ہی ملک ہے۔

قبضہ کے بعد واپسی

لیکن ھبہ کو قبضہ میں دے دینے کے لوٹانا حرام ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

لیس لنا مثل السوء الذی یعود فی ھبتہ کالکلب یرجع فی قیئہ (عن ابن عباس بخاری ص۳۵۷)

بری مثال ہمارے لائق نہیں جو شخص ھبہ واپس لیتا ہے کتے کی مانند ہے جو قے کرکے چاٹ لے۔

باپ

نیز فرمایا

لا یحل لرجل ان یعطی عطیۃ ثم یرجع فیھا الا الوالد فیما یعطی ولدہ ومثل الذی یعطی العطیۃ ثم یرجع فیھا کمثل الکلب اکل حتی اذا شبع قاء ثم عاد فی قیئہ۔

(عن ابن عمر وابن عباس ابوداؤد ترمذی)

کسی شخص کے لئے عطیہ دے کر لوٹانا جائز نہیں سوائے باپ کے جو اپنی اولاد کو دے۔ عطیہ دے کر لوٹانے والے کی مثال کتے جیسی ہے جو کھاتا ہے یہاں تک کہ جب اس کا پیٹ بھر جاتا ہے تو قے کر دیتا ہے اور پھر اپنی قے کھا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون (آل عمران) تو میرے پاس اللہ تعالےٰ کی

دی ہوئی محبوب ترین شے ایک رومی لونڈی تھی جو میں نے لوجہ اللہ آزاد کر دی. اگر میں خدا کی راہ میں دی ہوئی کسی چیز کو لوٹانے کا قائل ہوتا تو میں ضرور اس سے نکاح کر لیتا۔ (تفسیر ابن کثیر بحوالہ البزار)

حنفیہ کے نزدیک ھبہ لوٹانا ناجائز ہے ۔ ان احادیث کے بارے میں امام طحاویؒ فرماتے ہیں۔

قوله كالكلب يدل على عدم التحريم لان الكلب غير متعبد فالقئ ليس حراما عليه والمراد التنزيه عن تشبه و فعل الكلب۔

کتے کی مثال سے معلوم ہوتا ہے ھبہ کی واپسی حلال ہے. اس لئے یہ کتا غیر مکلف ہے اور اس پر قے حرام نہیں۔ صرف اتنا ہے کہ کتے جیسی حرکت کرنا ناپسندیدہ بات ہے۔

بات کا مطلب یہ ہوا جس طرح کتے پر قے حرام نہیں اس طرح قبضہ پر ھبہ کو لوٹا لینا بھی حرام نہیں ہے۔ حالانکہ ایسی مثالیں علت ثابت کرنے کیلئے نہیں حرمت ثابت کرنے کے لئے ہوتی ہیں۔

سورہ اعراف میں حریص دنیا کی مثال بیان ہوتی ہے۔

فمثله كمثل الكلب ان تحمل عليه يلهث اوتتركه يلهث

اس کی مثال کتے جیسی ہے تو اسے مشقت میں ڈالے تو بھی زبان لٹکا کر ہانپے چھوڑ دے تو بھی ہانپے۔

سورۃ جمعہ میں بے عمل علمائے یہود کی مثال بیان ہوتی ہے۔

مثل الذين حملوا التوراة ثم لم يحملوها كمثل الحمار يحمل اسفارا۔

جنہیں تورات اٹھوائی گئی پھر انہوں نے اسے صحیح طرح نہ اٹھایا ان کی مثال گدھے جیسی ہے جو بوجھ اٹھاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج غروب ہونے کے قریب عصر کی نماز پڑھنے والے کے متعلق فرمایا۔

فنقرا ربعا لا یذکرالله الاقلیلا (عن مسلم)
کتّے کی مانند چار ٹھونگیں ماریں اور برائے نام اللہ تعالےٰ کا ذکر کیا۔
عبدالرحمٰن بن شبل سے روایت ہے
نھی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن نقرة الغراب
وافتراش السبع وان یوطن الرجل المکان فی المسجد کما
یوطن البعیر ( )
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کوّے کی طرح ٹھونگیں مارنے
سے، درندے کی طرح بازو بچھانے سے اور مسجد میں اونٹ کی طرح
جگہ مقرر کر لینے سے منع فرمایا۔

اب ان باتوں کا یہ مطلب نہیں، جانور چونکہ غیر مکلف ہوتے ہیں ان پر ان کی حرکتیں حرام نہیں ہوتیں تو شارع کے منع کرنے کے باوجود وہ ہم پہ بھی حرام نہ ہوں اور ان کی مشابہت ہمارے لئے جائز ہو۔ میں تو سمجھتا ہوں اور ایسا سوچنا بھی عقل کا گھاٹا ہے لیکن حنفی دوست نہ صرف ایسا سوچتے ہیں بلکہ یہ عمل بھی کرتے ہیں۔ ہدایہ میں لکھا ہے۔

اذا وهب هبة لاجنبی فله الرجوع فیها
اجنبی کو ھبہ کرے تو اسے حق رجوع حاصل ہے۔

حدیث کی مخالفت

حدیث شریف کی مکمل مخالفت چونکہ اس وقت تک نہیں ہو سکتی تھی جب تک کہ الا الوالد کے استثناء کا بھی انکار نہ کیا جائے سو وہ بھی انہوں نے کر ڈالا تاکہ کوئی کسر رہ نہ جائے۔ صحیح حدیث کا مضمون یہ ہے ھبہ کے سلسلے میں والد کے سوا کسی کو رجوع کا حق نہیں مگر یہ کہتے ہیں اوروں کو ہے مگر والد کو نہیں بلکہ کسی ایسے رشتہ دار کو نہیں جس کے ساتھ خونی تعلق ہو اور محرم ہو۔

وان وهب هبة لذی رحم محرم منه لا یرجع فیها
لقوله علیه السلام اذا کانت الهبة لذی رحم محرم
لم یرجع فیها ---- وکذالك ما وهب الزوجین للاخر (هدایه)

محرم رشتہ دار سے ھبہ کی واپسی جائز نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح میاں بیوی بھی ایک دوسرے سے ھبہ واپس نہیں لے سکتے۔

یہ حدیث دارقطنی اور بیہقی وغیرہ میں آتی ہے۔ اس کی صحت مشکوک ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔

قال الحاکم صحیح وقال الدار قطنی تفرد بہ عبد اللہ بن جعفر عن ابن المبارک (درایہ)

حاکم نے اسے صحیح کہا اور دارقطنی نے کہا کہ اس میں عبد اللہ بن جعفر ابن مبارک سے متفرد ہے۔

یہ صحیح بھی ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ باقی لوگ ھبہ واپس لے سکتے ہیں صحیح اور معتبر احادیث کے مطابق یہ حق سوائے والد کے اور کسی کو بھی نہیں والد کے بارے میں تو خاص طور پر حضرت نعمان بن بشیر سے بھی مروی ہے کہ جب انہوں نے اپنے بیٹے محمد کو ایک غلام ھبہ کیا تو حضورؐ نے فرمایا

اکل ولدك نحلت مثلہ قال لا قال فارجعہ (بخاری ص۳۵۲)

کیا تو نے اپنی سب اولاد میں اسی طرح ھبہ تقسیم کیا ہے۔ حضرت نعمانؓ نے کہا نہیں تو فرمایا اسے لوٹا لو۔

والد کو بھی حق رجوع حاصل ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بیٹا اس کا اپنا ہی جزو ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے

انت ومالك لابیك

تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہی ہے

ابن عمرؓ۔ ابن عباسؓ سے مروی حدیث کے متعلق حافظ ابن حجر فرماتے ہیں

استدل بہ علی ان للاب ان یرجع فیما وھبہ لابنہ و کذالك الام وھو قول اکثر الفقہاء

اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ باپ بیٹے کو ھبہ کرے تو رجوع کر سکتا ہے بلکہ یہ حق ماں کو بھی حاصل ہے اور اکثر فقہاء کا یہی مسلک ہے۔

نیز فرماتے ہیں

ویؤید ما ذھب الیه الجمهور ان الوالد وماله لا بیه فلیس فی الحقیقة رجوعا (فتح الباری)

جمہور کے اس مسلک کو اس بات سے بھی تقویت پہنچتی ہے جبکہ اولاد اپنے مال سمیت اپنے باپ ہی کی ہوتی ہے اس لئے یہ حقیقت میں رجوع ہی نہیں ہے۔

ھبہ کی واپسی کے بارے میں حنفیہ کا استدلال اس روایت سے ہے

ولنا قوله علیه السلام الواھب احق بھبة مالم یثب منها (ھدایه)

ہمارے لئے نبی علیہ السلام کا یہ فرمان ہے کہ ھبہ کرنے والا اپنے ھبہ کا زیادہ حق دار ہے جب تک کہ اسے معاوضہ نہ دے دیا جائے یہ روایت دارقطنی وغیرہ میں آتی ہے۔ ابوہریرہؓ اور ابن عباسؓ سے مگر ضعیف ہے (درایہ)

ابوداؤد میں ایک حدیث آتی ہے۔

عن عبد الله بن عمرو عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال مثل الذی یسترد ما وھب کمثل الکلب یقئ فیاکل قیئه فاذا استرد الواھب فلیوقف فلیعرف بما استرد ثم لیدفع الیه ما وھب۔

ھبہ کو واپس لینے والا کتے کی طرح ہے جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے کوئی ایسی حرکت کرے تو ٹھہرا کر اسے وجہ معلوم کی جائے کہ وہ کیا کرنے لگا ہے پھر اس کا ھبہ واپس کر دے۔

یہ بھی کوئی مضبوط استدلال نہیں ہے۔ حدیث کی تمہید رجوع کی حرمت چاہ رہی ہے حلت کو نہیں چاہ رہی۔ ظاہر ہے جو دنے کر واپسی کا تقاضا کرے اس کی کمینگی کا یہی علاج ہے کہ اسے اس کی سوغات واپس کر دی جائے۔ وہ ہضم ہونے سے رہی۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی اپنا کوئی حق وصول کرنے

کے لئے مجبوراً کسی کو رشوت دید ے مگروہ لینے والے کے لئے جائز تو نہیں ہو جاتی ۔ نیز حافظ ابن القیمؒ کے نزدیک یہ روایتیں بے ثبوت ہیں۔ فرماتے ہیں

وان صحت وجب حملها علیٰ من وھب للعوض

(اعلام الموقعین ج ۲ ص۲۵)

بالفرض اگر صحیح ہوں تو انہیں اس ھبہ پر محمول کرنا ہوگا جو عوض کے لئے ہو

ھبہ اور معاوضہ

یعنی اوّل روز سے واھب کی نیت ہی یہ تھی کہ بدلے میں کوئی شئے حاصل کی جائے گی۔ یوں سمجھئے یہ ھبہ نہ رہا ایک قسم کی بیع ہو گئی جیسے ہمارے ہاں مختلف تقریبات میں تحائف اور سلامیوں کا رواج ہے

قال المهلب والهدية ضربان احدهما للمكافاة بيع و يجبر علىٰ دفع العوض والثانی لله او للصلة فلا يلزمه عليه مكافاة وان فعل فقد احسن (عينی)

مہلبؒ فرماتے ہیں ہدیہ کی دو قسمیں ہیں ایک تو معاوضہ کے لئے ہوتا ہے یہ تو کاروبار ہے ۔ موھوب کو عوض ادا کرنے پر مجبور کیا جائے گا (عوض معاوضہ گلہ نہ دارد) دوسرا لوجہ اللہ یا صلہ رحمی کیلئے ہوتا ہے ۔ اس میں عوض ادا کرنا ضروری نہیں اور اگر کردے تو اچھا ہے۔

بندہ کو امام شافعیؒ کی بات زیادہ پسند ہے فرماتے ہیں۔

الهبة للثواب باطلة لا تنعقد لانها بيع بثمن مجهول ولان موضع الهبة التبرع فلوا وجبناه لكان فی معنی المعاوضة

(سبل السلام ج ۳ ص۸۹)

حصول عوض کی خاطر ھبہ باطل ہے ۔ یہ منعقد نہیں ہوتا کیونکہ یہ سراسر بیع ہے جس کی قیمت مجہول ہے نیز ھبہ کی شان یہ ہے کہ وہ بے لوث ہو ورنہ تو وہ کاروبار ہے۔

سچی بات بھی یہی ہے اگر کسی نے کاروبار کرنا ہے تو اسے مارکیٹ کا رُخ کرنا چاہیے ۔ خویش و اقارب اور حلقۂ احباب کی پاکیزہ فضا کو داغدار بنانا تو کوئی بہادری نہیں ہے ۔ یہ تو خلوص میں ملاوٹ کے مترادف ہے۔

سلامیاں

ہماری تقریبات میں نوٹوں کی بہت نمائش ہوتی ہے۔ خواتین وحضرات بڑھ چڑھ کر سلامیاں اور تحائف دیتے ہیں۔ لیکن ذہن اگر یہ ہوکہ یہ مال نفع کے واپس ملے گا تو ایسی سخاوت کا فائدہ ؟ اس قسم کی لات مارنے سے حاتم طائی کی قبر تو نہیں ٹوٹ سکتی۔ بعد میں تبصرے اور ایک دوسرے کے خلاف شکوے شکائتیں شروع ہوجاتی ہیں، ہم نے دیا تھا اور وہ کیا دے گئے، چغلیاں غیبتیں لڑائی جھگڑا اور فساد۔

سلامیوں کا رواج پہلے صرف بیاہ شادی کے موقع پر تھا پھر عیسائیوں کی دیکھا دیکھی بچوں کی سالگرہ پر بھی شروع ہوگیا۔ اب ماشاء اللہ ہمارے بوڑھے حاجیوں کو بھی سلامیاں لینے کا بڑا شوق ہے۔ لینے دینے کے یہ پر تکلف رواج محبت بڑھانے کا نہیں محبت گھٹانے کا ذریعہ بن چکے ہیں۔ تقریب کسی گھر میں ہو مصیبت تمام متعلقین کے گھروں میں جاتی ہے۔ اسلامی معاشرہ کو اس پر نظر ثانی کرنا چاہیئے۔ مگر کرے کون۔ یہاں تو بلی کو گھنٹی باندھنے والی مثال درپیش ہے۔

نیوتہ

اصل میں یہ ہندوانہ رسمیں ہیں اور بریلوی مزاج کے موافق ہیں۔ وہی ان کی تائید کرسکتے ہیں۔ احمد رضا خاں صاحب ارشاد فرماتے ہیں نیوتے کی رسم ایک محمود قصد یعنی معاونت اخوان سے رکھی گئی کہ وقت حاجت ایک کا کام سو کی اعانت سے نکل جائے ...... اس میں جبکہ عرفاً معاوضہ مقصود ہو تو قرض ہے اور اس کی ادا واجب ہے (احکام شریعت ص ۱۹۱)

ہدیہ اور جزا

اس میں شک نہیں ہدیہ کی جزا دینا انسان کا اخلاقی فرض ہے۔ عائشہ صدیقہ رض سے روایت ہے

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقبل الهدية ويثيب عليها (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے اور اس پر جزا دیتے۔ فرمایا

من لم يشكر الناس لم يشكر الله

جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا بھی شکریہ ادا نہیں کیا۔

ایک روز آپ نے فرمایا

ما لاحد عندنا یدا لا و قد کافیناه ما خلا ابابکر فان له یدا یکافئه الله بها یوم القیامة و ما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر (عن ابی هریرة ترمذی)

ہر ایک کے احسان کا بدلہ ہم نے اتار دیا سوائے ابوبکر کے۔ ان کے جو ہم پر احسانات ہیں ان کا بدلہ انہیں اللہ تعالیٰ ہی قیامت کے روز عطا فرمائے گا۔ مجھے ابوبکر کے مال سے جو فائدہ ہوا ہے وہ کسی کے مال سے نہیں ہوا۔

مگر شرعی فرض نہیں ہے کیونکہ یہ بیوپار نہیں پیار ہے۔ خدا کی مرضیت پر بعض نے اس سے استدلال کرنے کی کوشش کی ہے۔

واذا حییتم بتحیة فحیوا باحسن منها او ردوها ان الله علی کل شیئ حسیبا (النساء)

جب تحفہ دیئے جاؤ تو تم اس سے بہتر تحفہ دو یا اسی کو لوٹا دو۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب رکھنے والا ہے۔

لیکن یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ باتفاق مفسرین اس آیت سے مراد سلام و دعا کا مطالبہ ہے۔

مگر حنفیہ کا یہی مذہب ہے لکھتے ہیں

لان المقصود بالعقد هو التعویض للعادة فتثبت ولایة الفسخ عند فواته اذ العقد یقبله (هدایه)

اس لیے کہ عقد ھبہ کا مقصد عادتاً تبادلہ ہوتا ہے جب یہ نہ ہو تو ھبہ کو فسخ کیا جاسکتا ہے کیونکہ عقدِ ھبہ میں فسخ کی گنجائش ہے۔

لالچی کا ہدیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لالچی شخص کا ہدیہ قبول کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ ایک بار ارشاد فرمایا

ان فلانا اهدی الیٰ ناقه فعوضة منها ست بکرات فظل ساخطا لقد هممت ان لا اقبل هدیة الا من قرشی

او انصاری اوثقفی اودوسی (عن ابی هریرة ترمذی)
فلاں (اعرابی) نے مجھے ایک اونٹنی تحفہ میں دی۔ میں نے اسے بدلے میں چھ اونٹنیاں دے دیں، وہ تب بھی راضی نہیں ہوا۔ اب میں نے فیصلہ کیا ہے کسی سے ہدیہ قبول نہ کروں سوائے ان خاندانوں یعنی قریشی انصاری ثقفی اور دوسی کے۔
اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے ہدیہ انہی لوگوں کا قبول کرنا چاہیئے جن کا ظرف کشادہ ہو اور وہ لالچ سے ماوراء ہوں۔

لوجہ اللہ قرآن مجید کی ایک آیت کا سباق ہے تو غریبوں کے بارے میں مگر میں سمجھتا ہوں جذبات سب کے بارے میں ایسے ہی پاکیزہ ہونے چاہئیں۔

انما نطعمکم لوجه الله لا نريد منكم جزاء ولا شكورا
انا نخاف من ربنا يوما عبوسا قمطريرا (الدهر)

ہم تمہیں لوجہ اللہ کھلاتے ہیں۔ تم سے کوئی جزا اور شکریہ مطلوب نہیں۔ ہمیں اپنے رب سے اس دن کا ڈر ہے جو ہوگا منہ بنانے والا۔ اور تیوری چڑھانے والا۔

کفار کے ساتھ کفار سے بھی تحائف کا تبادلہ ہوسکتا ہے۔ ان سے بطور ہبہ اشیاء لی جاسکتی ہیں۔

حضرت ہاجرہؓ جو ہیں، یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت سارہؓ کی معرفت کافر بادشاہ کا ہدیہ ہیں (بخاری ص۲۹۵ عن ابی ہریرۃ)

حضور علیہ السلام کو (زینب نامی) ایک یہودی عورت نے بھنی ہوئی بکری کا تحفہ پیش کیا جس میں زہر ڈالا گیا تھا۔ (عن انس بن مالک بخاری ص۳۵۷)
ایلہ کے بادشاہ نے آپؐ کو سفید خچر کا تحفہ بھیجا (عن ابی حمید بخاری ص۳۵۶)
اکیدر دومہ نے بھی آپ کو تحفہ ارسال کیا (عن انس بخاری ص۳۵۶)
حضرت ماریہ مقوقس (صاحب سکندریہ) کا تحفہ تھیں (زاد المعاد ص۲۱۹ ج ۳)
مگر یہ سب اس صورت میں جائز ہے جب کفار سے صلح ہو۔ حافظ ابن القیمؒ نے

ابو عبید کے ... سے بیان ... کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عامر بن مالک نے گھوڑا پیش ... آپ نے ... در فرمایا

انا لا نقبل ... (زاد المعاد ... ص ۲۱۹)

ہم مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتے۔

نیز بیان کیا ہے

ولم یقبل صلی اللہ علیہ وسلم ھدیۃ مشرك محارب قط (ایضًا)

حضورؐ نے کبھی کسی محارب مشرک کا ہدیہ قبول نہیں فرمایا۔

اسی طرح جن کفار سے صلح ہو انہیں اشیا ھبہ کی بھی جا سکتی ہیں۔

ارشاد ربانی ہے۔

لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبرّوھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین (ممتحنہ)

جن لوگوں نے تم سے مذہبی لڑائی نہیں لڑی اور نہ ہی تمہیں جلاوطن کیا ہے اللہ تعالےٰ تمہیں منع نہیں کرتا کہ تم ان سے حسن سلوک کرو اور ان سے منصفانہ برتاؤ کرو۔ بے شک اللہ تعالےٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

چنانچہ حضرت عمرؓ اپنے ایک بھائی کو جو مکہ میں رہتا تھا اور ابھی اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا ایک حلہ بھیجا (بخاری ص ۳۵۷)

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ نے اپنی مشرکہ والدہ کے بارے میں آنحضورؐ سے مسئلہ دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا

صلی امك (ایضاً)

اپنی ماں سے صلہ رحمی کرو۔

قرآن مجید میں ہے۔

وان جاھدٰك علیٰ ان تشرك بی لیس لك بہ علم فلا تطعھما وصاحبھما فی الدنیا معروفا (لقمان)

اور اگر تیرے ماں باپ کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ اسے شریک

بنائے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کی مت اطاعت کر۔ ہاں دنیا میں
ان سے حسن سلوک جاری رکھ۔

عمریٰ اور رقبیٰ یہ بھی ھبہ کی قسمیں ہیں۔ عمریٰ یہ ہے کہ انسان مثلاً کسی سے کہے یہ گھر میں نے تجھے عمر بھر کے لئے دیا وہ مستقل اسی کا ہو جاتا ہے۔ مرنے کے بعد بھی اسی کی اولاد وارث ہوگی چاہے اس نے اس امر کی وضاحت کردی ہو جیسے کہ یہ حدیث ہے۔

ایما رجل اعمر له ولعقبه فانها للذی اعطیها لا یرجع الی
الذی اعطاها لانه اعطی عطاء وقعت فیه المواریث

(عن جابر مسلم)

اگر کسی شخص کو پسماندگان سمیت عمریٰ کیا جائے تو وہ اس کی
ملک ہو جائے گا۔ دینے والے کو نہیں لوٹے گا اس لئے کہ اس عطیے
میں وراثت واقع ہو جاتی ہے۔

یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔ یا وضاحت نہ کی ہو جیسے یہ احادیث ہیں
قضی النبی صلی الله علیه وسلم بالعمری انها لمن وهبت له

(عن جابر۔ بخاری)

آنحضرتؐ نے عمریٰ کے بارے میں فیصلہ کیا کہ یہ اسی کا ہو جاتا ہے
جسے ھبہ کیا گیا ہو۔

ان العمری میراث لا هلها۔ (عن جابر۔ مسلم)
عمریٰ بعد میں اس کے وارثوں کو ملتا ہے۔

امسکوا اموالکم علیکم لا تفسدوها فانها من اعمر عمری
فهی للذی اعمر حیا و میتا و لعقبه (ایضاً)

اپنے اموال اپنے پاس رکھو انہیں خراب نہ کرو۔ جس نے اپنا مال
کسی کو بطور عمریٰ ھبہ کردیا وہ زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی
(یعنی ہمیشہ کے لئے) اس کا اور اس کے وارثوں کا ہو جائے گا۔
امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے ایک قدیم قول کے سوا سب کا یہی مسلک ہے۔

اور اگر مرنے کے بعد لوٹانے کی شرط کرلی جائے تو اس میں بھی کچھ اختلاف ہے۔ عبدالرحمٰنؒ مبارکپوری فرماتے ہیں

الجمہور علی ان العمری اذا وقعت کانت ملکا للآخر لا ترجع الی الاول الا ان صرح باشتراط ذلک تحفۃ الا ج ۲ ص ۲۸۳)

جمہور کا مذہب یہ ہے کہ عمریٰ لینے والے کی ملکیت ہوجاتا ہے دینے والے کی طرف نہیں لوٹتا الا یہ کہ اس شرط کی صراحت کردی جائے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں

وثانیہا ان یقول ھی لک ما عشت فاذا مت رجعت الیٰ فہذہ عاریۃ موقتۃ وھی صحیحۃ فاذا مات رجعت الی الذی اعطی وقد بینت ھذہ والتی قبلہا روایۃ الزہری وبہ قال اکثر العلماء ورجحۃ جماعۃ من الشافعیۃ والاصح عند اکثرھم لاترجع الی الواھب واحتجوا بانہ شرط فاسد فلغی (فتح الباری)

دوسری صورت یہ ہے کہ ھبہ کرنے والا یوں کہے یہ تیرے لئے ہے جب تک تو زندہ رہے اور جب تو فوت ہوجائے تو یہ میری طرف لوٹ آئے گا۔ پس یہ ایک ادھار ہے جس کی میعاد ہے اور یہ صحیح ہے۔ فوت ہونے کے بعد وہ شے دینے والے کو لوٹ آئے گی۔ زہری کی روایت سے یہی بات معلوم ہوتی ہے اور اکثر علماء کا یہی مذہب ہے شوافع نے بھی اس بات کو ترجیح دی ہے اور ان میں سے اکثر کا یہ خیال ہے کہ یہ ھبہ واہب کو نہیں لوٹتا وہ کہتے ہیں لوٹانے والی شرط فاسد ہے اس لئے بےکار ہے۔

زہری کی روایت یہ ہے

اخبرنا معمر عن الزہری عن ابی سلمۃ عن جابر قال انما العمری التی اجاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقول ھی لک ولعقبک فاما اذا قال ھی لک ما عشت فانہا

ترجع الی صاحبھا قال لی معمر وکان الزھری یفتی بہ۔
(مسلم ص۳۸)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں جس عمریٰ کو حضورؐ نے مؤثر قرار دیا وہ یہ ہے کہ کہنے والا یوں کہے کہ یہ تیری زندگی تک کے لئے ہے تو پھر وہ دینے والے کی جانب لوٹ آئے گا۔ امام زہری کا یہی فتویٰ تھا۔

یہ اگر حدیث ہوتی تو بات فیصلہ کن تھی۔ یہ صرف حضرت جابرؓ کا خیال ہے یا امام زہری کا فتویٰ ہے۔

ہدایہ میں لکھا ہے

ان الھبۃ لا تبطل بالشروط الفاسدۃ (ص۲۴۲)

فاسد شرطوں کے ساتھ ھبہ باطل نہیں ہوتا۔

رقبیٰ

رقبیٰ کی تشریح یوں کی گئی ہے۔

ان یقول الرجل للرجل قد وھبت لک ھذہ الدار فان مت قبلی رجعت الی وان مت قبلک فھی لک وھی فعلی من المراقبۃ لان کل واحد منھما یرقب موت صاحبہ (نہایہ)

انسان کسی سے کہے یہ گھر میں نے تجھے دیا اس شرط پر کہ اگر تو مجھ سے پہلے فوت ہو جائے تو یہ گھر مجھے واپس ہو جائے گا اور اگر میں تجھ سے پہلے مر جاؤں تو یہ تیرا رہے گا۔ لفظ رقبیٰ فعلی کے وزن پہ ہے اور یہ مراقبہ سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ انتظار کے ہیں۔ ھبہ کی اس قسم کو رقبیٰ اس لئے کہتے ہیں کہ دونوں ایک دوسرے کی موت کا انتظار کرتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

العمریٰ جائزۃ لاھلھا والرقبی جائزۃ لاھلھا (ترمذی)

عمریٰ اور رقبیٰ دونوں اسی کے ہو جاتے ہیں جسکو دیئے جائیں۔

ترمذی میں ہے

امام احمد اور اسحاق فرماتے ہیں عمریٰ رقبیٰ کی مانند ہی ہے اور

یہ موھوب لہ کی ملکیت ہو جاتا ہے ۔ واھب کو واپس نہیں ہو سکتا
تحفہ الاحوذی میں ہے
یہی جمہور کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے ۔
البتہ امام مالکؒ ، امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ رقبیٰ میں رجوعِ ھبہ کے قائل ہیں ۔ ہدایہ میں ہے

والرقبی باطلة عند ابی حنیفة ومحمد وقال ابو یوسف جائزة (ص۲۴۲)
رقبیٰ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے ہاں باطل ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے ۔
باطل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر موھوب لہ کی ملکیت صحیح نہیں ہوتی۔ وہ ایک قسم کا ادھار ہوتا ہے ۔ جتنی دیر وہ شے اس کے پاس رہتی ہے اتنی دیر وہ اس کی ذات کا نہیں بلکہ صرف اس کے نفع کا مالک ہوتا ہے ۔ ہدایہ میں ہے

لہما انہ علیہ السلام اجاز العمری و رد الرقبی (ص۲۴۳)
امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمریٰ کو نافذ کیا اور رقبیٰ کو رد کیا۔
حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں

لم اجدہ (تخریج ھدایہ)
یہ حدیث مجھے نہیں ملی ۔
یعنی سرے سے یہ حدیث ہی نہیں جو ہدایہ کی زینت بنی ہوئی ہے ۔

اولاد کے لئے ھبہ

انسان اپنے مال کا مالک ہوتا ہے ۔ اس پر اسے تصرف کا پورا حق ہوتا ہے وہ اگر اپنے کسی بچے کی مدد کرنا چاہے تو منع نہیں ، بالخصوص اگر وہ اپنی کمزور اور غریب اولاد کو کچھ تقویت پہنچا دے تو یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحسن ہے ۔ وغیروں کو دے سکتا ہے تو کسی اپنے کو کیوں نہیں دے سکتا جبکہ غیروں کی نسبت اپنوں کو دینے میں زیادہ ثواب ہے ۔ لیکن اگر کوئی بزرگ اپنی زندگی میں مال و جائیداد کے بکھیڑوں سے فارغ ہونا چاہتا ہے تو پھر ھبہ کا مقصد کسی وارث کو محروم کرنا نہیں ہونا چاہئیے بلکہ

انصاف سے کام لینا چاہیئے۔
ارشاد نبوی ہے۔
ساد وا بین اولا دکم فی العطیة فلو کنت مفضلا احداً لفضلت
النساء (بیہقی طبرانی)
عطیہ دینے میں اپنی اولاد کے درمیان مساوات کرو۔ اگر میں نے
کسی کو ترجیح دینی ہوتی تو عورتوں کو ترجیح دیتا۔
حضرت نعمان بن بشیرؓ (بن سعید) سے روایت ہے کہ میرے باپ نے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بناکر مجھے ایک غلام ھبہ کرنا چاہا تو
قال اعطیت سائر ولدك مثل ھذا قال لا قال فاتقوا الله
واعدلوا بین اولادکم قال فرجع فرد عطیة (بخاری ص۳۵۲)
آپ نے دریافت فرمایا کیا تو نے اپنی سب اولاد میں یونہی ھبہ
تقسیم کیا ہے، کہا نہیں، تو فرمایا۔ خدا سے ڈرو اور اپنی اولاد کے
درمیان انصاف سے کام لو تب میرا باپ لوٹ آیا اور اپنا عطیہ واپس لیا۔
مگر افسوس امام شافعیؒ امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ نے اس عدل کو استحباب
پر محمول کیا ہے حالانکہ مسلم شریف کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔
انی لا اشھد علیٰ جور
میں ظلم پر گواہ نہیں بنوں گا۔
لیکن وہ کہتے ہیں۔ یہ صرف تنزیہ کے لئے ہے کیونکہ مسلم شریف کی ہی ایک
روایت میں ہے۔
فاشھدوا علیٰ ھذا غیری
کسی اور کو گواہ بنالو
وہ کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ غیر کو گواہ بناکر جائز تھا۔ مگر یہ باتیں
نادرست معلوم ہوتی ہیں۔ اگر گنجائش ہوتی تو بشیر بن سعید اپنے ھبہ کو بحال رکھتے۔
امام احمدؒ امام اسحاق اور دیگر ائمہ ومحدثین کے نزدیک یہ ظلم حرام ہے اور
ظلم کو حرام ہونا ہی چاہیئے۔ یہ بے انصافی ورثہ میں بے انصافی کے مترادف

ہے۔ ارشاد نبوی ہے

ان الرجل لیعمل بعمل اهل الخیر سبعین سنة فاذا اوصی حاف فی وصیة فیختم له بشر عمله فیدخل النار وان الرجل لیعمل بعمل اهل الشر سبعین سنة فیعدّل فی وصیة فیختم له بخیر عمله فیدخل الجنة (عن ابی هریرة منه عبد الرزاق)

انسان ستر برس تک نیک لوگوں جیسے عمل کرتا ہے پھر وصیت میں ظلم کرنے کی وجہ سے اس کا خاتمہ برے عمل پر ہوتا ہے اور وہ جہنمی بن جاتا ہے اور ایک آدمی ستر سال تک برے لوگوں جیسے عمل کرتا ہے مگر وصیت میں عدل وانصاف کرنے کی وجہ سے اس کا خاتمہ نیک عمل پر ہوتا ہے اور وہ جنت میں چلا جاتا ہے۔

قرآن پاک میں ہے

فمن خاف من موص جنفا او اثماً فا صلح بینهم فلا اثم علیه (البقرہ)

جیسے وصیت کرنے والے کی طرف سے جانبداری اور گناہ کا خدشہ ہو اور وہ ان میں اصلاح کر دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

اولاد میں بے انصافی

ان آیات واحادیث سے میں اس نتیجے پر پہنچتا ہوں اگر کسی نے اپنی اولاد کے بارے میں بے انصافی کی ہو اور کسی کو خصوصی طور پر ھبہ سے نواز دیا، چاہے فرضی بیع نامے کے ذریعے اس کی رجسٹری بھی ہو چکی ہو حکومت کا فرض ہے کہ ایسی رجسٹریوں کو منسوخ کر کے اولاد کے درمیان صحیح انصاف کرائے۔ اکثر اوقات خودسر اور عیاش اولاد باپ سے مطالبہ کرتی ہے کہ انہیں اس کے حصے کی جائیداد دے دی جائے، یہ بالکل غلط مطالبہ ہے۔ زندگی میں کوئی کسی کا وارث نہیں ہوتا۔ بالفرض باپ کسی بچے کی دھمکیوں سے مرعوب ہو کر یا کسی کی محبت سے مغلوب اور مجبور ہو کر ایسا کر بھی بیٹھے تو قانون وراثت کی رو سے اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ اسے کالعدم قرار دے تاکہ آئے روز کے وراثتی جھگڑوں سے مسلمانوں کو نجات مل سکے۔

زندگی میں تقسیم

منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد کو اگر زندگی میں تقسیم کرنے کا پروگرام بنایا جائے تو اس سلسلہ میں ایک یہ مسئلہ قابل غور ہے کہ یہ ھبہ ورثہ کی طرح للذکر مثل حظ الانثیین (مرد کو دو عورتوں کے حصہ کے مساوی) کے اصول پر تقسیم ہوگا یا برابر برابر۔ امام احمدؒ، امام اسحاق، امام مالک اور بعض شوافع ورثہ کے اصول کو مانتے ہیں جبکہ باقی علماء کا یہ خیال ہے زندگی میں اگر تقسیم ہو تو لڑکوں اور لڑکیوں کو ایک جیسا ملنا چاہیئے کیونکہ یہ ورثہ نہیں ہے۔

منیحہ

ھبہ کی ایک شکل منیحہ ہے۔ یہ عارضی ہوتا ہے

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما فرغ من قتل اھل خیبر والفرف الی المدینۃ رد المھاجرون الی الانصار منائحھم التی کانوا منحوھم من ثمارھم (عن انس بخاری ص۳۵۸)

نبی علیہ السلام قتل اہل خیبر سے فارغ ہوکر مدینہ کو لوٹے تو مہاجرین نے انصار کے دیئے ہوئے عطیے واپس کردیئے۔

منیحہ کی صورت میں اصل شے ھبہ نہیں کی جاتی بلکہ صرف اس کا نفع وقتی ضرورت کے لئے بطور ادھار ھبہ کیا جاتا ہے جیسے کسی درخت کا پھل کسی جانور کا دودھ یا اس کی سواری یا کوئی زمین برائے کاشت یا کوئی گھر برائے رہائش وغیرہ

صدقہ میں واپسی

یاد رہے صدقہ کسی کے نزدیک واپس نہیں ہوتا بشرطیکہ اس پر قبضہ کیا جا چکا ہو۔ صدقہ کرنے والے کے لئے اسے خریدنا تک جائز نہیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں

حملت علیٰ فرس لی فی سبیل اللہ فاضاعہ الذی کان عندہ فاردت ان اشتریہ منہ وظننت انہ بائعہ برخص فسالت عن ذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لا تشترہ وان اعطا لہ بدرھم واخر فان العائد فی صدقتہ کالکلب یعود فی قیئہ

(بخاری ص۳۵۷)

میں نے کسی کو فی سبیل اللہ گھوڑا دیا اس نے اسے ضائع کر دیا۔ میں نے چاہا کہ اسے خرید لوں اور وہ سستا بیچنے پر آمادہ تھا۔ میں نے حضورؐ سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا اسے نہ خریدنا چاہے تمہیں ایک درہم میں ملے۔ صدقہ لوٹانے والا کتے کی طرح ہے جو قے کرکے چاٹ لیتا ہے۔

صدقہ اور ہدیہ

ھبہ کے سلسلے میں ایک یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کسی غریب آدمی پر صدقہ کیا گیا ہو وہ اس میں سے جسے چاہے ھبہ کر سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کچھ کھانے کو ہے وہ بولیں اور تو کچھ نہیں البتہ اس بکری کا گوشت ہے جو آپ نے صدقہ میں سے نسیبہ یعنی ام عطیہ الفاریہ کو دی تھی تو آپ نے فرمایا۔

انها قد بلغت محلها (بخاری ص۲۰۲)

وہ بکری اپنے مقام کو پہنچ گئی تھی۔

اسی طرح حضرت بریرہؓ نے آپ کی طرف صدقہ کا گوشت بھیجا تو فرمایا

هو عليها صدقة ولنا هدية

وہ اس پر صدقہ تھا مگر ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے معاملات درست کرنے کی توفیق دے۔ آمین

آئندہ شمارے میں

پروفیسر محمد دین قاسمی صاحب (فیصل آباد)

کا تحقیقی مقالہ

سرگزشت آدم کے تین پہلو ۔ قرآن مجید کی روشنی میں

شائع ہوگا (انشاءاللہ)